بنایا؟ اور عمارت کو اس نے کیا دیا۔ یہ جاننا یا دوسروں کو بتانا آسان کام نہیں کہ کوئی شخصیت اپنے فکر وفن کے ساتھ کیسے بنی۔ اس کے لیے ڈاکٹر افتخار صاحب نے مطالعہ کے صحراؤں کی بہت خاک چھانی اور حقائق کے سمندروں کی غواصی کی۔ اقبال کی زندگی کا ایک ایک مرحلے میں جن اشخاص، واقعات اور اداراے سے واسطہ ہوا ان کا پورا جائزہ لے کر دکھایا ہے کہ ان کا کیا اور کتنا اثر ہے اقبال کے احساسات و اظہارات پر۔ ۴۰۰ سے زائد صفحات لکھ کر ابھی تو افتخار صدیقی صاحب نے ۱۹۰۵ء تک کا سفر طے کیا ہے۔ ابھی تو وادیٔ دور و دراز باقی ہے۔ اگلے حصۂ بحث کا نام شاید وہ "کمالِ اقبال" رکھنا چاہتے ہیں۔

اقبال کے ذوقِ حُسن یا جمال پسندی کے بارے میں یہ ایک اچھا نوٹ ہے کہ "اقبال کی فطرتِ سلیمہ کی خصوصیت یہ ہے کہ جمال پسند ہوتے ہوئے بھی انہوں نے جمال پرستی کو اپنا نصب العین نہیں بنایا۔ دوسرے یہ کہ اقبال جمالِ صورت سے صرف ذوقِ نظر کی حد تک متاثر ہوتے تھے۔ گویا وہ چشمِ ظاہر کے علاوہ دیدۂ باطن سے بھی شخصیت کو دیکھنے اور پرکھتے تھے...... ان کے جمالیاتی مشاہدوں میں قلب و نظر کی پاکیزگی کا عنصر ہمیشہ شامل رہتا" (ص: ۳۱۹) افتخار صاحب نے اس اجمال کو شواہد و دلائل سے خاصی تفصیل دی ہے۔

بحث کی اس اہمیت کے پیش نظر کہ بار بار اس پر کلام کیا جاتا ہے اور کچھ نتائج نکال کر اقبال پر چسپاں کیے جاتے ہیں۔ میری توجہ کتاب کی بحث "اقبال اور جستجوئے گُل" پر جائے گی۔

اس سلسلے میں افتخار صاحب کے اخذ کردہ اس نتیجے سے متفق ہوں کہ "مانند سحر ان کی جوانی بے داغ رہی، اور ان کا دامن ہوا و ہوس کی آلودگیوں سے پاک رہا۔ نمائشِ جمال اور جنسی بے باکی کے سمندر میں کئی سال رہ کر اقبال نے اپنے دامن کو تر ہونے سے جس طرح بچایا ہے اس کی سی زریں مثالیں بہت کم ہیں۔ شعلوں کی طرح بھڑکتی جوانی اور تاروں کے جہان میں پرواز کرتی ذہانت کے ساتھ آزادی کی فضاؤں میں حُسن کے پیکروں سے میل جول اور پھر جسمانی سطح پر اپنا اس درجہ تحفظ کہ کوئی ثبوت آج تک کسی نوشتے میں بوس و کنار تک کا نہیں ہے۔ کس قدر حیرت ناک اور ہمت آفریں ہے۔ اقبال کی خودی اور خودداری جس پہ عطیہ سر پیٹتی ہیں، اس کا کمال یہی تو ہے کہ اگر وہ روح ایمان رکھتی ہو تو پھر وہ گناہ کے بڑے بڑے مہیجات و محرکات کو شکست دے دیتی ہے۔

اس باب میں صدیقی صاحب عطیہ اور ایما اور اقبال کے قلبی احوال کو بمع خارجی ماحول کے ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔ ادھر اور اُدھر قلبی میلانات جو کچھ بھی رہے ہوں، آخری نتیجہ وہ ہے جو تاریخ کے اسٹیج پر نمایاں طور پر موجود ہے۔ میں تو کبھی کبھی یہ سوچتا ہوں کہ عطیہ یا ایما کی خواہشات اگر پوری ہو جاتیں تو نہ جانے اقبال کی زندگی میں کیا قضیے اُبھرتے جو انہیں اعلیٰ درجے کا شاعر اور مفکر نہ بننے دیتے، علاوہ ازیں کشش اور بے رُخی کہ ایک مستقل حاجز کا موجود ہونا فنی تخلیقات کے لیے جتنا زوردار محرک ہوتا ہے اس کے جو شاندار نتائج ہمارے سامنے ہیں، وہ شاید کسی دوسری صورت میں مہیا نہ ہوتے۔

افتخار صاحب نے جہاں ان کے نشوو ارتقاء کے اور اسباب جمع کیے ہیں وہاں ان کا متروک کلام بھی جمع کر کے اس سے بھی اہم نتائج نکالے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ ایسا بسیط کام جسے وہ "محیطِ اقبال" کا نام دینا چاہتے تھے، اب تک نہیں ہوا۔

یہ کتاب نہ صرف اقبالیاتی لٹریچر میں بلکہ اُردو ادب میں قابلِ فخر اضافہ ہے۔ خدا کرے مؤلف اسے جلد مکمل کر سکیں۔

ہاں ایک جگہ مقصد "لحمک لحمی" کا شعری استعمال اقبال کے ہاں سے پیش کیا گیا ہے۔ اس جملے سے معنیِ سُوا اخذ کیے تھے۔ حالانکہ یہ ہمارے ہاں کے محاورے کی طرح ہے کہ تمہارا خون اور میرا خون، تمہاری جان اور میری جان، تمہاری عزت اور میری عزت، تمہارا گوشت اور میرا گوشت ایک ہیں۔ یہ صرف انتہائی قرب و اعتماد کا اظہار ہوتا ہے۔ مگر صدیقی صاحب نے اس کے بارے میں کوئی بات نہیں چھیڑی۔ خاندانی تعلقات کو اکثر لوگ یوں بیان کرتے ہیں کہ ہمارا خون اور گوشت ایک ہے یا ہم ایک ہی گوشت اور خون سے بنے ہوئے ہیں۔

خوش نصیب ہی لوگ ہوں گے جو جرائم اور تفریحات اور ٹیلی ویژن کے اس دور میں ایسی ٹھوس کاوش کو پڑھیں۔

خدارا اب ہم قارئین کو ٹائپ کی چھپائی سے نجات دلایئے اور کمپیوٹرائزڈ قسم کی نستعلیق خودکار طباعتی مشینوں سے اچھی کتابیں سجا سنوار کر دیجیے۔

**سرورِ عالمؐ کے سفرِ مبارک** از محمد کلیم ارائیں ۔ ناشر: مکتبۂ تعمیرِ انسانیت، لاہور۔
۴ سو سے زیادہ صفحات، مضبوط جلد اور رنگین گرد پوش کے ساتھ۔

اِس کتاب کے نوجوان مؤلف ذوقِ تحقیق کے ساتھ عشقِ رسالتؐ بھی رکھتے ہیں۔ اِس سے پہلے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک راتوں پر ایک اچھی کتاب لکھ چکے ہیں جس کے ذریعے نہ صرف حالتِ قیام کی بلکہ حالتِ سفر اور حالتِ جنگ اور ہجرت اور بیعتِ عقبا ور دوسرے تاریخی مواقع کی راتوں کا ریکارڈ محفوظ کیا گیا ہے۔

اب حضورؐ پاک کے مبارک سفروں کا ذکر ہے۔ یہ عنوان ایک دفعہ نقوش رسولؐ نمبر کے سلسلے میں محمد طفیل مرحوم کے اکسانے سے میں نے اپنے لیے سوچا مگر مجھ ایسا مسافرِ وادیٔ فرائض قیام و سکون کے اتنے لمحے پا ہی نہ سکا کہ کام ہو سکتا۔ مجھے خوشی ہے کہ میرے سوچے ہوئے عنوان پر محمد کلیم ارائیں نے ایک مفید کتاب لکھ دی ہے۔ شروع میں "معمولاتِ سفر" کا باب ہے۔ مگر ہے بہت مختصر! پھر کچھ سفر تجارت کے ہیں، کچھ دینی و تبلیغی! سفرِ معراج ہے، ہجرت کا سفر ہے، صلح حدیبیہ والا سفر ہے، عمرۃ القضا کا سفر ہے، باقی بیشتر سفر جہاد کے سفر ہیں۔ آخر میں سفرِ حجۃ الوداع ہے۔ اور پھر سفرِ آخرت۔

نبیؐ پاک کی ساری زندگی سفر ہی سفر تھی۔ کبھی "پیدا سفر" اور کبھی "پنہاں سفر"، "ظاہر کا سفر" اور "باطن کا سفر"

جناب ابوطالب کے ساتھ تجارتی سفرِ شام میں شمولیت (بہ عمر ۱۲ سال ۲ ماہ) سیرت نگاروں کے ہاں بڑا اختلافی معاملہ ہے اور دونوں طرف زور و شور کی بحثیں ہیں۔ غیر مذہب کے بحیرا راہب کا آپ کو کچھ علامات سے پہچاننا اور عیسائیوں کا یہ پروپیگنڈا کہ ایک ۱۲ سالہ بچے کو مختصر ملاقات میں اُن کے پادری کا ایسی دینی تعلیم اور قدیم تاریخی واقعات کا شعور دے دینا کہ بعد میں جوان ہو کر وہ بچہ اسی تعلیم پر مبنی ایک دین پیش کرتا ہے ۔۔۔ روایت کے خلاف یہ اعتراض اٹھائے گئے ہیں۔ نیز ایک روایت میں حضرت بلال کا نام غلطی سے اس موقع پر آتا ہے۔ اِن وجوہ سے اس واقعہ کو بعض اصحاب نے کالعدم قرار دیا ہے۔ مگر میری طرح محمد کلیم آرائیں کی رائے بھی یہی ہے کہ حضورؐ نے یہ سفر کیا اور بحیرا راہب نے مذہبی نوشتوں اور قیافہ کی مدد سے قیاس آرائی کی۔ اتنی سی